



مومن کا قتلِ عمد

ایم اے خان، پی۔ سی۔ ایس

ہمارے روزناموں میں سیاسی خبروں کے بعد دوسرا درجہ قتل کی سنسنی خیز وارداتوں کا ہوتا ہے۔ ان کا تذکرہ کچھ اس انداز سے اور اس کثرت سے کیا جاتا ہے کہ ہر شریف اور امن پسند شہری خوف و ہراس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ قتل اس بے دردی سے کئے جاتے ہیں کہ حساس آدمی کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قانونی حکومت کے جملہ نظم و نسق کے باوجود ہماری آبرو اور جان و مال کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اس صورتِ حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مشکل سے کوئی فرد اپنے گرد و پیش سے مطمئن ہے۔ جب تک نفسِ محمد کو خونِ ناحق کا خطرہ لاحق ہے کوئی باشعور اور حساس مسلمان کیوں کر اطمینان کا سانس لے سکتا ہے۔ نوبت تو یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کوئی شریف آدمی کسی غلط کارِ نوجوان کو بد اخلاقی یا شرناک حرکت سے روکتا ہے یا ٹوکتا ہے تو یا تو گالی گلوچ سے اس کی تواضع ہوتی ہے یا اس بچاے کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

انتقام کا جذبہ فطرتِ انسانی کا ایک اہم جز ہے۔ اگر اس کی اصلاح نہ ہو تو انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور اپنے مخالف کی جان تک لے لیتا ہے۔ اولادِ آدم میں سب سے پہلے اہلِ قاتیل میں یہ جذبہ ظاہر ہوا اور بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جس کے بعد قاتل کو یہ بھی سمجھ نہ آئی کہ مقتول کی لاش کو کیسے ٹھکانے لگائے۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک قتل کی بے شمار وارداتیں ہو چکی ہیں۔ ایک انسان نے دوسرے انسان، ایک گروہ نے دوسرے گروہ اور ایک قوم نے دوسری قوم کو سوش سمجھ کر، بلا ارادہ بے دریغ تہ تیغ کیا۔ ان واقعات میں صرف چیدہ چیدہ ہی تاریخ کے اوراق میں درج ہوئے اور بعض تو ایسی تاریخی اہمیت حاصل کر گئے کہ ان کی یاد آج بھی ایسی تازہ ہے جیسے کل کا واقعہ ہو مثلاً ”قتلِ حسینؑ“۔

قرآن پاک نے انسانی جان کو یہ کہہ کر بڑی اہمیت بخشی ہے کہ اگر کسی نے ایک شخص کی جان بچائی تو گو یا اس نے سارے جہان کے انسانوں کو بچالیا۔ اور جس نے ایک شخص کی جان ضائع کی تو گو یا اس نے سارے جہان

کے انسانوں کو ختم کر ڈالا۔ سورہ المائدہ میں حضرت آدم کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی آپس میں گفتگو بیان کی ہے، جو آخر کار ایک کے قتل پر ختم ہوئی۔ یہ گفتگو اس مضمون کے اعتبار سے دلچسپ ہے کہ اس کا یہاں نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے:-

”آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجئے جب کہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کیا اور ان میں ایک (یعنی ہابیل) کی تو مقبول ہو گئی اور دوسرے (یعنی قابیل) کی مقبول نہ ہوئی تو دوسرا کہنے لگا۔ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ پہلے نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ متقیوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا تو بھی میں تیرے قتل کرنے پر دست درازی کرنے والا نہیں ہوں گا۔ کیوں کہ میں تو خدا نے پروردگار سے ڈرتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر پر رکھ لے۔ پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے۔ اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی۔ سو اس کی طبیعت نے اسے بھائی کو قتل کرنے پر آمادہ کر دیا اور اس نے بھائی کو قتل کر ہی ڈالا۔ جس سے وہ بڑے نقصان اٹھانے والوں میں ہو گیا۔“

”اسی واقعے کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا عوض دوسرے شخص کے یا بدن کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو خواہ خواہ قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی کو بچالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا۔ اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی واضح دلائل لے کر آئے۔ پھر اس کے بعد بھی دنیا میں بہتیرے ان میں سے زیادتی کرنے والے رہے۔“

اس کے علاوہ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی بار بار ایسے ارشادات ہیں کہ کسی نفس انسانی کو ناحق قتل نہ کرو۔ بنی اسرائیل کی قوم کو جا بجا مورد الزام ٹھہرایا کہ انھوں نے کئی انبیاء کو بغیر حق کے قتل کیا۔ اور اس پر ان کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

اسلام کا نزول اب تک اس ماحول میں ہوا، وہ عرب کا ماحول تھا۔ وہ لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگودہ کر دیتے تھے۔ پشتوں تک خون کا بدلہ خون سے لیتے رہتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر تلوار اٹھا لیتے تھے۔ دشمنی کی بنا پر قتل کرنا تو خیر ہوتا ہی تھا، چند درہم کی لوٹ مار، مضمہ کرنے کے لئے جان لے لیتے تھے۔ اس لئے اسلام نے ان کی اس قبیح عادت کی شدید مذمت کی اور انہیں تنبیہ کیا کہ

زندہ درگور لڑکیوں سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس گناہ پر قتل کیا گیا۔ (التکوید رکوع ۵)۔ اور دلائل سے سمجھایا کہ رزق دینے والے ہم ہیں۔ اس بنا پر معصوم جانیں تلف نہ کرو۔ اور اپنی اولاد کو ندامت کے اندیشہ سے قتل نہ کرو۔ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی (بنی اسرائیل رکوع ۳)۔ قرآن کریم نے گومعاف کر دینے کو بہتر عمل قرار دیا ہے مگر سنگدل اور سخت مزاج لوگوں کے لئے اور دنیا کے نظام کو قائم رکھنے کے لئے قصاص کا عظیم اور پُر حکمت فلسفہ بھی عطا فرمایا ہے۔

”اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے۔ مقتولین (قتل عمد) کے باپے میں آزاد آدمی کے بدلہ میں آزاد آدمی۔ غلام کے عوض غلام اور عورت کے عوض عورت (قتل کئے جائیں)۔ بان جس کو ان کے درنا سے معافی ہو جائے۔ (مگر پوری معافی نہ ہو) (تو مدعی کے ذمے) معقول خون بہا کا مطالبہ کرنا اور قاتل کے ذمے، خوبی کے ساتھ (مال کا) ان کے پاس پہنچا دینا (ضروری ہے)۔ یہ قانون دیت (عفو) تمہارے پر در دگار کی طرف سے سزا میں تخفیف اور شاہانہ ترحم ہے۔ پھر جو شخص (اس قانون کے بعد) تعدی کا مرتکب ہو تو آفرت میں اس کو بڑا دردناک عذاب ہو گا۔ اور اے اہل عقل و دانش (اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ (ایسے قانون امن کی خلاف ورزی سے) پرہیز کرو گے۔ (البقرہ رکوع ۵)

اسی مضمون کی چند ایک حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔ حضور اکرم صلعم نے فرمایا: حرمة المومن ارجح من حرمة الکعبة۔ (مومن کی عزت کعبہ کی عزت سے زیادہ ہے)۔ لا ترجعوا کفاراً لیضرب بعضکم رقاب بعض۔ (مسکے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارو)۔ من حل علينا السلاح فليس منّا لن تدخلوا الجنة حتی تؤمنوا ولن تؤمنوا حتی تمالوا۔ (جو ہمیں مارنے کے لئے اسلحہ اٹھاتا ہے، وہ ہم سے نہیں ہے۔ تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو)۔ ان دماءکم و اموالکم و اعراضکم حرام علیکم بحرمة یومکم هذا فی بلادکم هذا فی شہرکم هذا (تحقیق تمہارا مال اور تمہاری عزت تم پر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن (جج کا دن) محترم ہے۔ جس طرح تمہارا شہر محترم ہے اور جس طرح یہ مہینہ محترم ہے)۔ غلطی سے مومن کے قتل ہو جانے کے متعلق یہ احکام ہیں۔

”اور کسی مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو (عمداً) قتل کرے لیکن غلطی سے (ہو جائے تو

اور بات ہے)۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کرنا واجب ہے اور خون بہا بھی (واجب ہے) جو اس کے خاندان کے لوگوں کے حوالے کر دیا جائے۔ بشرطیکہ وہ لوگ معاف کر دیں.....“

خود مومن کے لفظ کا ماخذ امن ہے۔ اور اسی سے امن (ایسا دنٹ جو اپنی قطار کے ہاتھی اونٹوں کا رہنا ہوتا ہے) امانت اور امین نکلتے ہیں۔ یہ لفظ ہی صلح کل کے تصور پر مبنی ہے۔ مومن کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ پلڑے رکھے۔ وہ سارے عالم کے لئے باعث امن ہے بجز ایسی حالت کے کہ جب انتہائی ظلم و تعدی کی صورت میں جہاد لازم آتا ہو۔ ایک مقام پر قرآن نے ایک صفت ”رحمان کے خاص بندوں“ کی یہ فرمائی کہ وہ جس شخص کے قتل کرنے کو حرام فرمایا ہے، اسے قتل نہیں کرتے (الفرقان رکوع ۲)۔ ایک حدیث بھی ہے سن سلم المسلمون من لسانہ و سیدہ فہو مسلم۔ نیز یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ عبرانی زبان میں امن کے لئے (SHALAM) کا لفظ ہے حضرت عیسیٰؑ جب اپنے مبلغین کو روانہ کرتے تو ان کو صدائیت ہوتی کہ جب کسی گھر میں داخل ہو تو کہو تم پر امن ہو۔

اس ساری تمہید سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کے نزدیک انسانی خون نہایت قیمتی ہے بلکہ اس کی کوئی قیمت مقرر ہی نہیں کی جاسکتی۔ وہ کہتا ہے کہ اگر ایک انسان کا خون ہوا تو گویا ساری انسانیت کشتی ہو گئی۔ اور اگر ایک انسان کی جان بچاؤ گئی تو گویا جملہ انسانیت کا بچاؤ ہو گیا۔ اب میں اپنے اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ موضوع سخن قتل مومن ہے۔ ایسا قتل جس کا ارتکاب بالعمد یا بالارادہ ہو۔ قرآن حکیم میں اس کے لئے نہایت سخت وعید ہے۔

”اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے۔ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور ہم اس کے لئے دردناک سزا کا سامان کریں گے (النساء رکوع ۹)۔ اس مضمون سے ملتا جلتا حدیث میں ارشاد ہے۔ سیب المسلم فسوق وقتالہ کفر، دمسلم کو گالی دینا فسق اور اس کا قتل کفر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے خنزیر کا گوشت کھانا حرام کیا ہے لیکن اضطراری حالت میں بھوک کے مارے جان جا رہی ہو تو اتنا کھالیا جائے کہ جان بچ جائے تو اس کی اجازت ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی اس سے کراہت کا یہ حال ہے کہ کھانے کا تصور تو کیا اس کا نام تک لینا پسند نہیں کرتے اگر زبان پر نام آ جائے

تو فوراً ہٹو کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی نام لے لے تو ہم کہتے ہیں کہ صبح صبح کس کا نام لیا ہے خدا جانے آج کھانے کو بھی کچھ ملے گا یا نہیں۔ اس قسم کی کراہت اس معاملہ میں چند دنوں، چند مہینوں یا سالوں میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ مسلمانوں نے صدیوں تک اس کراہت کو پیدا کر کے اسے قائم رکھا ہے، اس وقت میرے خیال میں دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں میں شاید ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس نے کبھی حالت اضطرار میں ہی اس کے گوشت کا ذائقہ چکھا ہو۔

قارئین کرام کو اس امر سے اتفاق ہوگا کہ خنزیر کے گوشت کی حرمت سے کہیں زیادہ حرمت مومن کے خون کی ہے۔ مومن کے قتل ناحق کی وعید ایسی شدید ہے جو کفار و مشرکین کے لئے مخصوص ہے۔ کاش جس طرح خنزیر کے گوشت کے کھانے سے کراہت کو صدیوں اُبھارا گیا ہے، اسی طرح شد و مد سے مسلسل قتل عمد یا خون ناحق کے بارے میں قرآنی احکام کا پرچار کیا جاتا اور ہر ایک مسلمان کے کان تک پہنچا دیا جاتا تو مجھے یقین ہے کہ خنزیر کے گوشت سے کہیں زیادہ اس کے متعلق ہماری قوم میں نفرت و کراہت ہوتی اور کسی مسلمان کے تصور میں بھی نہ آتا کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو قتل کر سکتا ہے۔ اس تصور سے اس کا ذہن شل ہو جاتا، اس کے ہاتھ کانپ جاتے وہ لرزہ برنام ہو جاتا اور اس کے پاؤں ٹھکڑا جاتے۔ مسلم معاشرہ میں گزشتہ صدیوں سے اگر قتل مومن کے بارے میں احکام قرآنی کا مسلسل پرچار ہوتا رہتا تو پھر کوئی مسلمان یہ خیال تک نہ کر سکتا کہ مسلمان ہو کر مسلمان کو کیسے قتل کیا جاسکتا ہے۔

ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ صدیوں سے بے دریغ اور ادنیٰ سی ضمیر کی خلش محسوس کئے بغیر دھڑا دھڑالیے قتل کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ اور اب تو ان کی تعداد وحیرت انگیز حد تک بڑھ گئی ہے۔ ان ہولناک واقعات میں سفاکی بے باکی اور بے رحمی کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ بہر حال جہاں تک مجھے معلوم ہے قرآن پاک کے کلام معجز بیان میں جو افادی پہلو قتل عمد کے سد باب سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر غور نہیں کیا گیا۔ صدیوں سے یہ گوہر نایاب صدف بستہ رہا ہے۔ کسی نے اس کی روشنی سے عوام کو روشناس نہیں کرایا۔ اگر ایسا ہوتا تو شاید مسلمان معاشرہ آج بالکل مختلف ہوتا اور لاکھوں مسلمانوں کا خون ناحق یوں نہ بہتا۔

یقیناً یہ کام مساجد میں بیٹھ کر کرنے کا نہیں۔ قتل عمد کے رجحان رکھنے والے لوگ مساجد میں کہاں آتے ہیں۔ ان کے ملنے کے لئے ہمیں خود ان کے پاس جانا ہوگا۔ انہیں خدا کے کلام کا مفہوم پہنچانا ہوگا۔ ان کے ملنے کے لئے ہمیں جیلوں اور سینماؤں کے اندر اور باہر جانا ہوگا۔ جوئے بازی کے اڈوں اور ایسے اڈوں پر پہنچنا ہوگا جو بے راہ رو لوگوں کی آمد و رفت سے بدنام ہیں۔ ہمیں بازاروں، گلی کوچوں اور دیہات میں جہاں قتل کی وارداتیں کثرت سے ہوتی ہیں، جانا ہوگا اور وہاں کی فضا سے یہ زہر آلودگی دور کرنے کے لئے مسلسل

جدوجہد کرنی پڑے گی۔ اس عمل کے لئے ایسے بے لوث لوگوں کی ضرورت ہوگی جو اول اس قرآنی تصور سے پورے طور پر آگاہ ہوں۔ اور دوسرے دل و جان سے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تن من وھن کی بازی لگانے کے لئے تیار اور مستعد رہیں۔

اس وقت اس پروگرام کے متعلق میرے ذہن میں حسب ذیل تجاویز ہیں:-

۱۔ اس تصور کی بنا پر اہل علم وسیع پیمانہ پر تحقیق کریں اور اس کے خدو خال سے زیادہ سے زیادہ نمایاں صورت میں عوام کو روشناس کرائیں حتیٰ کہ یہ تصور اتنا عام ہو جائے کہ قرآنی احکام کا اور حضور صلعم کی حدیثوں کا یہ تقاضا پورا ہو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا سچے دل سے بھائی ہو اور سب ایک دوسرے کے گزند سے محفوظ رہیں۔

۲۔ اہل علم اصحاب اور ارباب عقل و دانش اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لئے دوسرے اقدامات کے علاوہ جا بجا اور پے درپے مذاکرات منعقد کرائیں اور شرح و بسط کے ساتھ اس مضمون پر روشنی ڈالیں۔

۳۔ اہل ادب اس مضمون پر طبع آزمائی کریں اور اس کو دلچسپ بنا کر عوام کے ذہن نشین کریں۔

۴۔ فلم انڈسٹری، سینما اور ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سائے اخبار اپنی لامحدود قوت تبلیغ کو اس پر صحت کریں۔

۵۔ اس سلسلے میں بنیادی کام بلا تاخیر شروع کر دیا جائے اور تجربہ کے طور پر ابتداً ایک مخصوص علاقہ منتخب کر لیا جائے

تاکہ اس کی عملی صورت میں اس کے جزائزات مرتب ہوں، اس کی بنا پر مستقبل کے لئے منصوبہ بناتے وقت اس تجربہ

سے نائدہ اٹھایا جاسکے۔ فی الحال ایک کمیٹی کی تشکیل کی جائے جو لاہور میں کام کرے۔ اس میں محکمہ اوقاف،

پولیس، ضلعی انتظامیہ، لاہور کے چند نمائندے اور معزز شہری اور علماء ممبر ہوں۔ ممبران کے انتخاب میں یہ بات

خاص طور پر ملحوظ رکھی جائے کہ منتخب شدہ اصحاب متدین اور مخلص ہوں اور عملی استعداد رکھتے ہوں۔

۶۔ یہ کمیٹی اپنے کام کے لئے طریق کار طے کرے اور اس سلسلے میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ، قطعہ جات اور

اشتہار چھپوائے جو جاذب نظر ہوں۔ آسان اردو کے حلی حروف میں لوگوں کو اس مضمون سے آگاہ کرے۔

یہ کام لگاتار کرنے کا ہے۔ اگر ہم بیس سال میں بھی اس عمل کے زیر اثر کسی ایک محدود علاقہ میں مومن کے قتل و غارت

کر سکیں تو یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ خدا کرے کچھ سنجیدہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں۔ میرا زندگی کا تجربہ ہے

کہ ہمارے معاشرہ کے گم گشتہ اور بے راہ لوگ صحت مند دل و دماغ رکھتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ہم نے ان تک یہ

پیغام نہیں پہنچایا۔ ۵۔ فراہم ہو تو یہ مٹی بڑی نرخیز ہے ساقی